السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ہمارے گاؤں کے اردگرد ٹنڈر یعنی خالی زمین کے ٹکڑے تھے سرکار انھیں فروخت نہیں کرتی تھی۔ عالمی جنگ شروع ہوئی تو گونمنٹ انگلشیہ نے جنگ کے لئے اناج زیادہ پیدا کرنے کی سکیم پر عمل کرتے ہوئے اراضی مذکورہ کاشت کی لئے تقسم کیزیمندار ایک پرچی پر فی ایکڑ کے حساب سے کچھ رقم لکھ کر گونمت کو پش کرتے ہیں جس کی قیمت فی ایکڑ زیادہ ہوتی گونمٹ اس کے نام ٹنڈر تقسیم کردیتی اور باقی محروم رہ جاتے سرکار جو زمین اسے دیتی اس کی رقم پشگی جو اس نے پرچی پر لکھی ہوتی وصول کرلیتی لگان اراضی اس کے علاوہ ہوتا ہم بستی والوں نے اس طرح کچھ زمین ٹینڈر سرکار سے حاصل کرکے اس کو آباد کیا۔ اراضی چند اشخاص کے نام ہوتی جس کی تمام آمدنی وہ درس کی لئے دے دیتے پہلی رقم اور دو لگان اراضی وغیرہ مرسہ ہی ادا کرتا یہ اس لئے کیا گیا کہ سرکار مدرسہ کے نام زمین آباد کرے کی لئے نہیں دیتی تھی۔ آٹھ دس سال سے اسی طرح عمل ہوتا رہا پھر پاکستان بننے کے بعد بھی ایسا ہی عمل رہا اب گورنمٹ پاکستان نے اعلان کیا کہ تمام ٹنڈر مہاجرین کے لئے تقسم کیے جایئں چنانچہ تمام ٹنڈر مہاجرین کو تقسمکردیئے گئے۔

اب بعض علماء کہتے ہیں کہ زمین غیر آباد کو مدرسہ نے آباد کرایا ہے۔ اس لئے سرکار کو کوئ حق نہیں پہنچتا کہ کسی مہاجر وغیرہ کو تقسم کرے کیونکہ جو زمین غیر آباد کو آباد کرے وہ اسی کی ہے اب جو اس پر قبضہ کرے گا وہ شخص مدرسہ کے حق کا غاصب شمار ہوگا۔

بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ کا حق ہے جس کسی کو دے اسی کو حلال ہے۔ اگچہ درس کے قبضہ کو آٹھ دس سال گزر چکے ہیں ان دونوں میں کون حق پر ہے جواب مفصل اور بادلائل لکھیں بینوا توجروا (سائلان محمد باقر مہتمم مدرسہ کادم القرآن والحدیث واہل دیہہ چک 427/گ ب جھوک داود ڈاک خانہ تاندلیانوالہ تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

آپ کا سوال عرصہ سے آیا ہوا ہے لیکن کاغذات میں کہیں گم ہوگیا تھا اتفاق سے اب ملا لیکن تاخیر ہوجانے سے مسئلہ کی حیثیت نہیں بدلتی اسلئے ہمارا فرض ہے کہ مسجلہ کو واضع کردیں کوئی عمل کرے یا نہ کرے جو عمل نہیں کرے گا بوجھ اس پر رہے گا ہم بری الذمہ ہیں۔ یہ مسئلہ مختلف فیھا ہے۔ امام شاعی امام ابو یوسف امام محمد اور اہل حدیث کہتے ہیں کہ ازن امام کی ضرورت نہیں بے آباد زمین کو جو آباد کرے۔ اس کا حق ہے خواہ آبادی سے نزدیک ہو یا دور اور امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ازن امام شرط ہے خواہ دور ہو یا نزدیک اور امام مالک کہتے ہیں۔ کہ نزدیک کیلیئے ازن امام شرط ہے نہ دور کے لئے۔

!دلیل نمبر 1 مذہب اول

حدیث

(رواہ البخاری۔ مشکواۃ۔ باب احیاء الاموات والشرب ص 259)

حضرت عائشہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو غیر زمین کو آباد کرے۔ (جو کسی کے ملک میں نہیں ہے۔) بس وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

دلیل نمبر 2 مذہب ثانی (جو علامہ عینی نے پش کی ہے۔ حدیث

صعب بن جثامہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا چراگاہ نہیں ہے مگر اللہ و رسول کیلیئے حدیث

شاہ عبد الحق محدث دہلوی اللمعاف شرح مشکواۃ میں لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ مرد کیلیئے وہ چیز ہے کہ جس کے ساتھ ان کے امام کا دل خوش ہو۔ اسی طرح ملا علی قاری نے شرح مشکواۃ میں لکھا ہے۔ (مرقاۃ ج3 ص 366)

دلیل نمبر 3 مذہب ثالث

ان کی دلیل وہی ہے جو مذہب اول کی ہے صرف حدیث کے معنی میں انہوں نے کچھ تاویل کی ہے زرقانی جلد ص 29 میں ہے۔ حدیث

یعنی معنی حدیث کا یہ ہے کہ جنگلات کی زمین اور جو آبادی سے دور ہے اس کے آباد کرنیوالا اس کا حقدار ہے اور جو آبادی کے قریب ہے۔ اس کا آباد کرنا ازن امام کے بغیر جائز نہیں امام مالک کا مطلب یہ ہے کہ جو آبادی کے قریب ہے۔ اس کے ساتھ بعض موقع پر عام مسلمانوں کے مصالح وابستہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اس میں ازن امام کی ضرورت ہے جیسے امام کو عام مسلمانوں کے لئے چراگاہ بنانی ہو یا چھاؤنی کی ضرورت ہو اس قسم کی ضروریات

کے لئے نزدیک کی زمین کسی مسلمان کو اپنے مفاد کے لئے آباد کرنے کا حق نہیں کیونکہ اس میں عام مسلمانوں کا نقصان ہے۔

فیصلہ

امام شافعی فرماتے ہیں۔ جب شرع سے ازن ہوچکا تو پھر امام سے ازن لینے کی کیا ضرورت ہے۔ اصل امام رسول اکرم ﷺ ہیں۔ بس ان کا فیصلہ کافی ہے امام زرقانی امام شافعی کا یہ قول نقل کرکے فرماتے ہیں۔ اصل نزاع اس میں ہے کہ حدیث عمر ارضا یا من احیا ارضا یہ حکم ہے یا فتوی ہے۔ اگر حکم ہو تو ازن ضروری ہے۔ کیونکہ حکم اپنے محل پر بند رہتا ہے یعنی جن لوگوں کے حق میں آپ نے یہ فیصلہ دیا ہے بحیثیت حاکم وقت اور بادشاہ ہونے کے ان کے حق میں ازم ہوگیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسروں کے لئے بھی ازن ہوجائے اور اگر فتویٰ ہو تو فتویٰ عام ہوتا ہے۔ جس کی حیثیت عام مسئلہ کی ہوتی ہے۔ جو موجودہ لوگوں کے علاوہ قیامت تک سب لوگوں کیلئے یکساں ہے۔ جیسے شریعت کے عام مسائل ہوتے ہیں۔ اس صورت میں میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ شرع نے ایک اصول مقرر کردیا ہے۔ کہ جو بھی غیر آباد زمین کو آباد کرے وہ اس کا مالک ہے جیسا یہ اصول مقرر ہے کہ کوئی شخص کوئی چیز خریدے تو وہ اس کا مالک ہوجاتا ہے یا نہر سے پانی کی مشک بھرے یا کنویں سے پانی لے لے یا بارش کا پانی جو اوپر سے آتا ہو جس کا کھیت سے پہلے آئے گا وہ اس کا پہلے حقدار ہوگا کہ اپنا کھیت پہلے بھرلے۔ اس قسم کی صوتوں میں ازن امام کی ضرورت نہیں ہے ایسے ہی شرع نے ایک اصول مقرر کردیا ہے کہ جو شخص غیر آباد زمین کو آباد کرے وہ اس کا حقدار ہے اس میں بھی ازن امام کی ضرورت نہیں جمہور علماء نے اس حدیث کو فتویٰ کی صورت دی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ نے اس کو حکم کی صورت دی ہے۔ جو خاص لوگوں کے حق میں بطور فیصلہ حاکم وقت کی طرفسے ہوا ہے۔ لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ حدیث کے الفاظ عام ہیں ان کو خاص لوگوں کے حق میں فیصلہ بنانا بغیر کسی دلیل کے جائز نہیں۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں حدیثالااللہ ولرسولہ اس کی دلیل پش کی ہے۔ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور اور ملا علی قاری نے حدیث لیس للمرء الا ما طاب بہ نفس امامہ پش کی ہے۔ لیکن علامہ عینی نے جو حدیث پش کی ہے وہ اگرچہ صحیح ہے لین اس سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ غیر امام کے لئے چراگاہ کی نفی کرتی ہے۔ نہ اس بات کی کہ کوئی زمین آباد کرلے تو اس کا حق نہیں جب حدیث سے ثابت ہوگیا تو ایسا ہوگیا جیسے دوسرے لوگ زمینوں کے مالک ہیں خواہ خرینے سے ہبہ سے یا میراث وغریہ سے جیسے ان کی ملکیت میں بادشاہ دخل دے کر طراگاہ نہیں بنا سکتا ایسے ہی وہ اس آباد کرنے والے کی زمین میں بھی دخل نہیں دے سکتا۔

بحر صورت علامہ عینی کی دلیل صحیح نہیں۔

رہی دوسری حدیث لیس للمرء تو اسکا نہ تو کوئی حوالہ ہے نہ اس کی کوئی سند کا پتہ ہے اس کے عالوہ اگر یہ حدی عام لی جائے تو نکاح طلاق وغیرہ کے مسائل میں بھی حکومت کا دخل ہوجائیگا۔ جب تک حکومت کی اجازت نہ ہونا نکاح ہوسکے گے نہ طلاق ہوسکے گی۔ بلکہ موجودہ حکومت کے عائلی قوانین سب صحیح ہوجایئں گے حالانکہ علماء متفق ہیں کہ حکومت کی یہ مداخلت شرع میں جائز نہیں سب پہلا مذہب درست ہے اور اس کی تائید حضرت عمر کے فیصلہ سے بھی ہوتی ہے جو ذکر ہوچکا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج 5 ص 14 میں اس کا سبب یہ لکھا ہے کہ عبد اللہ بن عمر فرماتے ہین کہ حضرت عمر کے زماے میں لوگ زمین پر منڈیر بنا کر قبضہ کرتے حضرت عمر نے اس موقعہ پر فرمایا کہ !جب تک اس کو آباد نہ کیا جائے کواہ عمارت بنا یج جائے یا کھیتی بوئی جائے یا باغ لگایا جائے ملکیت کا حق نہیں ہوتا۔

یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ حضرت عمر نے اس حدیث کو فتوی قرار دیا ہے۔ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ قریب والی زمین اس حدیث میں شامل نہیں یہ قیاس ہے۔ حدیث عام ہے ہاں جو بالکل نزدیک ہو جس کو آبادی والے استعال کرتے ہیں مثلا ان کے مال مویشی وہاں ٹھرتے ہیں اور لوگوں کے عام طور پر وہاں اجتماعا تعید یا جنازہ وغیرہ ہوتے ہیں جس کو آبادی کی ستھ یا بجنز زمین کہتے ہیں اس کو آباد کرنے کا کسی کو حق نہیں حدیث کے الفاظ بست لاحد میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ زمین آبادی سے متصل وہنے کی وجہ سے ان لوگوں کی ہے جو وہاں آباد ہیں۔ جیسے کنویں کا صحن ہوتا ہے یا کنویں کے گردو نواح چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جو کنواں کھودے اس کے گردو نواح چالیس ہاتھ اس کا حق ہے۔ امام زرقانی نے ایک اور حدیث نقل کی ہے۔ جو اس مسئلے میں صاف ہے چناچہ فرماتے ہیں۔ حدیث

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا !سب بندے اللہ کے بندے ہیں۔ اور سب شہر اللہ کے شہر ہیں پس جو غیر آباد زمین کو آباد کرے پس وہ اسی کی ہے۔ اس حدیث میں صاف فیصلہ ہے کہ اس میں ازن امام کی ضرورت نہیں کوینکہ زمین کا حق صرف اللہ کے بندے ہونے کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ اگر امام کا دخل ہو تو پھر رعیت ہونے کا دخل ہوجاتا ہے جو اس حدیث کے خلاف ہے اسی بنا پر عروہ تابعی حضرت عائشہ کے بھانجے بڑے زوردار الفاظ میں فرماتے ہیں کیسا کہ ابو دائود نے روایت کیا ہے۔ حدیث

میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ !زمین بھی اللہ کی ہے اور بندے بھی اللہ کے ہیں۔ اور جو مردہ زمین آباد کرے وہ اس کا حقدار زیادہ ہے۔ میرے نزدیک یہ حدیث وہ لوگ لائے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ہم تک نماز پہنچائی۔ پس صحیح فیصلہ سوال مذکور کے متعلق یہی ہے کہ زمین مدرسہ کی ہے حکومت کو چاہیے کہ زمین مدرسہ کے حوالے کردے اور مہاجرین کو کسی اور جگہ آباد کرے۔ (تنظیم اہل حدیث لاہور جلد 16 شمارہ 289)

[فتاویٰ علمائے حدیث]

جلد 14 ص 138-144

محدث فتویٰ